© rasailojaraid.com

مطالعہ خود بھی بھٹکا ہوا اور تھکا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ''تحکیم'' کی بحث یا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ان کی معزولی کی بحث۔

واقعۂ تحکیم کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین اختلاف کو فرو کرنے کے لیے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو حَکَم بنایا گیا تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرمایا: کیوں نہ ہم امت کی سربراہی کے لیے کسی ایک شخص کو نامزد کردیں۔ پہلے آپ کوئی نام تجویز فرمائیں۔ میرے لیے ممکن ہوا تو میں آپ کی موافقت کروں گا۔ ورنہ ایک نام میں تجویز کروں گا، آپ اس کی موافقت فرمادیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا نام تجویز فرمایا، جبکہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ کا نام تجویز فرمایا۔ حکمین کسی ایک نام پر متفق نہ ہوسکے۔ اس واقعے کی مشہور روایت میں کچھ زیب داستاں بھی ہے۔ یہ ''کچھ'' اتنا زہریلا ہے کہ جس کی بنیاد پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کے لیے سبّ وتبرا کا ایک باب ہمیشہ کے لیے کھل گیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے یہاں کسی بہتر تحقیقی نتیجے تک قاری کو پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔

اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اسلامی افواج کی سپہ سالاری سے معزولی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک انتظامی حکم تھا۔ کئی صحابہ کرامؓ کی رائے حضرت عمر فاروقؓ سے مختلف بھی تھی جس کے اظہار کو حضرت عمر فاروقؓ نے نہ کوئی جرم گردانا، نہ اس پر پابندی لگائی۔ البتہ اپنا فیصلہ بحال رکھا۔ یہ حکم انھوں نے اپنی منصبی ذمہ داری کے احساس اور اپنی دیانت وبصیرت کے تقاضے کی روشنی میں ہی صادر فرمایا تھا۔ بعض مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے اسی حکم کو آڑ بنا کر، حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں ناروا اور نامعقول حد تک منفی رائے زنی کی گنجائشیں پیدا کیں۔ پروفیسر صاحب اسی منفی تاثر کی رو میں خود بھی بہتے چلے گئے ہیں اور اپنے ساتھ قاری کو بھی بہالے جانا چاہتے ہیں۔ (تبصرہ: خادم حسین)

● مغربی فلسفۂ تعلیم۔ ایک تنقیدی مطالعہ　　مؤلف: پروفیسر سید محمد سلیم

ضخامت: ۱۹۶ صفحات　قیمت: ۱۵۰ روپے　　ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز: اے۔۴، ۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔ پروفیسر سلیم مرحوم ایک فاضل محقق تھے۔ انھوں نے اس تالیف کے لیے عرق ریزی سے کام لیا۔ انھوں نے اس کتاب کے لیے ۱۴۸ کتب سے استفادہ کیا۔ ۱۹۸۱ء میں جب یہ کتاب شائع ہوئی تو اس کا ''تعارف'' حافظ وحید اللہ خان صاحب (صدر تنظیم اساتذہ پاکستان۔ سکھر) نے لکھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''پروفیسر سید محمد سلیم عربی زبان وادب کے طالب علم ہیں۔ پاکستان آکر گورنمنٹ کالج شکار پور میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ ملازمت سے استعفیٰ دے کر انھوں نے ۱۹۶۰ء میں شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج منصورہ (نزد ہالا) قائم کیا۔ کالج سرکاری تحویل میں لیے جانے کے بعد ۱۹۷۳ء سے وہ پھر گورنمنٹ کالج شکار پور میں عربی کے استاد ہیں۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نئے ایڈیشن کا ''پیش گفتار'' سید عزیز الرحمٰن صاحب نے رقم کیا۔ ''یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا جدید ایڈیشن مؤلف رحمہ اللہ کی وفات کے بعد شائع ہو رہا ہے۔'' وفات کے بعد کے ایڈیشن میں اتنی معلومات مؤلف کے بارے میں ضرور ہونی چاہیے تھیں کہ جس سے مؤلف مرحوم کا نئے پڑھنے والوں سے تعارف ہو جاتا۔ اور یہ کام چند صفحات میں ہو سکتا ہے۔

مؤلف مرحوم ''حرفِ آغاز'' کتاب کی تقریب نہایت سادگی سے بیان کر گئے:

''اس کتاب کی تقریب کچھ اس طرح ہے کہ تنظیم اساتذہ پاکستان کا اجتماع ۳۰ رنومبر ۱۹۷۴ء کو سکھر میں ہونا طے پایا۔ صدر تنظیم اساتذہ جناب حافظ وحید اللہ خان صاحب نے احقر سے اصرار کیا کہ میں اجتماع میں شرکت کروں۔ پھر خود ہی میرے لیے ایک عنوان طے کر دیا کہ اس پر مقالہ پیش کروں۔ عنوان یہ تھا: ''مذہب اور اخلاق سے اہل مغرب کی بغاوت''۔ میں نے ایک مقالہ لکھ کر اجتماع میں پیش کیا۔ سامعین میں سے بعض حضرات نے کلماتِ تحسین ادا کیے اور راقم کی ہمت افزائی فرمائی۔ حافظ کی تحریک پر پھر جامعہ پنجاب کے شعبۂ تعلیم و تحقیق کی انجمن فاضلین نے ۹ رمئی ۱۹۷۵ء کو احقر کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی اور یہ مقالہ سنا۔ وہاں بھی احباب نے بڑی ہمت افزائی فرمائی۔ مزید محنت کے بعد اب وہ مقالہ موجودہ کتاب کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔''

دراصل ۱۹۸۱ء کے بعد اب ۲۸ برس گزر گئے۔ (ایک ایڈیشن ۱۹۸۶ء) میں شائع ہوا۔ اس میں بھی کوئی ترمیم و اضافہ نہیں کیا گیا)۔ مؤلف مرحوم زندہ ہوتے تو اس میں مزید اضافے کرتے۔ آج بھی یورپ کے ساتھ مسلمانوں کا فکری تضاد موجود ہے اور یہ رہے گا۔ اس کتاب سے چند حوالے پیش کرتا ہوں۔ شاید اس طرح اس کتاب کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

''کلیسا نے چند خود ساختہ مزعومات کی بنیاد پر جو معاشرہ یورپ میں قائم کیا تھا۔ وہ حد درجہ ناقص تھا۔ ایک رُخا تھا اور انسان کے طبعی تقاضوں کے بالکل خلاف تھا۔ مثلاً اس میں دینداری کا اعلیٰ معیار یہ مقرر کیا گیا تھا کہ مرد عورت سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرے۔ مزید ترقی ہوئی اور پھر یہ معیار مقرر ہوا کہ کسی بھی عورت کے قریب نہ پھٹکے۔ غضب یہ کیا کہ شفقت و محبت سے بھری ہوئی ماں کے سائے سے بھی منع کر دیا گیا۔'' (یورپ کا کلیسائی معاشرہ)

''مذہبی جھگڑوں سے تنگ آ کر اس دور میں ''انسان دوستی'' Humanism کے مسلک کو خوب ترقی ہوئی۔ اس تحریک نے کلیسائی دور میں مسیحیت کے علوم سے عام بیزاری پیدا ہوگی۔ مشرک یونان اور مشرک روما کے لادینی اور مادی علوم سے بے حد شغف بڑھ گیا۔ یونانی اور لاطینی زبان کی تعلیم بڑے ذوق وشوق سے جاری ہوگئی۔'' (مسلک لادینیت کا آغاز)

''نفرت ایک اندھا جذبہ ہے۔ اس میں پھیلنے اور بڑھنے کا غیر معمولی رجحان پایا جاتا ہے۔ اسے کسی ایک

© rasailojaraid.com